اسلامی ملکوں میں قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قبل ازیں ہم نے شاتم رسول کے بارے میں قرآن و حدیث اور ائمہ فقہ کے احکام بیان کرتے ہوئے محدثین' فقہا اور علماء کی تحقیق و اجتہاد کا ذکر مختلف ادوار کے حوالہ سے کیا ہے' اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جہاں جہاں مسلمانوں کی حکومت رہی ہے' وہاں شاتم رسول کو سزائے موت بطور حد دینے کا قانون ملک کے قانون عام (Common Law) کے طور پر نافذ رہا ہے۔ چنانچہ حجاز' شام' عراق' مصر' سوڈان' مراکش' سپین' ترکی' سمرقند' بخارا' ایران' افغانستان اور ہندوستان میں بھی جب تک اسلامی قانون نافذ رہا ہے' شاتم رسول کو سزائے موت بطور حد دی جاتی رہی اور کسی مسلک یا مذہب اور مکتب فقہ کے گروہ یا جماعت نے اس سے اختلاف نہیں کیا اور مسلمہ طور پر یہ مذہب جمہور چلا آرہا ہے۔ دیگر پیروان مذاہب و ادیان نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی کیونکہ قرآن اور اسلام کی تعلیمات تو یہ رہی ہیں کہ تمام انبیاؑ اور پیغمبران مذاہب میں کوئی فرق و امتیاز نہیں' البتہ فضیلت اور اتمام نعمت کا معاملہ اور ہے۔ اسلام تو اپنے پیروان مذہب کو اس بات سے بھی منع کرتا ہے کہ وہ دیگر مذاہب وادیان کے معبودوں تک کو' جو معبود حقیقی نہیں' برا بھلا نہ کہیں تاکہ انہیں خدائے بزرگ و برتر اور پیغمبر برحق کی شان میں گستاخی کا موقع نہ مل سکے۔ اس کے باوجود اگر کوئی بدبخت پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام یا کسی اور مذہب کے فرستادہ پیغمبر کی توہین اور تنقیص کرتا ہے' تو اسلام نے اس کے لیے جائز طور پر سزائے موت تجویز کی ہے۔

یورپ میں جب مسلمانوں کی حکومت سپین میں قائم ہوئی' تو وہاں کے عام شہریوں کو کلیسا اور پادریوں کے خود ساختہ نام نہاد مذہبی قوانین کی سخت گیری سے نجات ملی اور اس کے بجائے اسلام کے عادلانہ اور فلاحی نظام کی بدولت انہیں خوش حالی' تعلیم و تمدن اور امن و سلامتی نصیب ہوئی۔ لیکن چونکہ اہل کلیسا کے ہاتھوں سے اقتدار جاتا رہا' اس لیے ان کے دلوں میں اسلام اور مسلمان حکمرانوں کے خلاف آتش انتقام بھڑک اٹھی' جس نے انہیں پاگل کر دیا۔ اگر وہ مسلمانوں کی حکومت یا ان کے نظام حکومت پر تنقید کرتے یا اس کے خلاف ہرزہ سرائی بھی کرتے' تو حکومت وقت اسے نظر انداز کر دیتی کیونکہ خلفائے راشدین اور مسلمان حکمرانوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنی ذات پر حملہ

کرنے والوں کو معاف کرتے رہے ہیں' جس کا عیسائیوں کے مذہبی پیشواؤں کو بخوبی علم تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ مسلمانوں اور ان کے حکمرانوں کے لیے اگر کوئی چیز ناقابل برداشت ہے تو وہ ان کے آقا و مولا پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی شان اقدس میں گستاخی ہے' اس لیے سپین کے پادری اور ان کے حواریوں نے ایک باقاعدہ منظم سازش کے تحت شاتمت رسول ﷺ کا ناپاک منصوبہ بنایا۔ اس سلسلہ میں جناب سید سلطان محمد شاہ نے تاریخی حوالوں سے ایک مبسوط مقالہ "اسپین میں تحریک شاتمت رسول ﷺ" لکھا ہے۔ جس سے متعلقہ اقتباس صاحب مضمون کے شکریہ کے ساتھ نذر قارئین ہے۔ اس مقالہ کا ماخذ زیادہ ترلین پول اور ڈوزی جیسے متعصب عیسائی مورخین کی تصانیف ہیں' جن میں واقعات کو مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے۔ اگرچہ ان مورخین نے اسپین کے مسلمان حکمرانوں کی رواداری' عدل گستری' اسلامی مساوات اور ان کے دور میں علوم و فنون' تہذیب و تمدن' فلسفہ اور سائنس کے فروغ کو تسلیم کیا ہے مگر پھر بھی اسلام کے خلاف ان کی زہر ناگی نمایاں ہے۔

سپین میں تحریک شاتمت رسول (ﷺ):

"مسلمان اندلس میں حکمران ہوئے تو انہوں نے عیسائیوں سے رواداری کا سلوک کیا۔ عبدالرحمٰن الاوسط انتہائی رحم دل حکمران تھا۔ اس کے عہد میں سپین میں بہت سے نصرانی حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ مسلمانوں کے عمدہ اخلاق نے عیسائیوں کو بہت متاثر کیا اور وہ عربی زبان اور اسلامی تمدن کی طرف مائل ہوگئے۔ نصرانی پادریوں کو اس پر سخت غصہ اور رنج ہوا۔ اسی زمانے کا ایک متعصب عیسائی الوارو رقمطراز ہے:

> "میرے ہم مذہب عیسائی عربوں کی شاعری اور افسانوں سے حظ اٹھاتے ہیں۔ وہ مسلمان فقیہوں اور فلسفیوں کی کتابیں مطالعہ کرتے ہیں۔ اس غرض سے نہیں کہ ان کی تردید کریں بلکہ اس لیے کہ صحیح اور نفیس عربی لکھنی آجائے۔ پادریوں کو چھوڑ کر آج کون سا عیسائی ہے' جو کتب مقدسہ کی تفسیریں لاطینی زبان میں مطالعہ کرتا ہو۔ کون سا عیسائی ہے' جو انجیل یا انبیاء اور حواریوں کے حالات پڑھتا ہو۔ افسوس کہ ایسے نوجوان عیسائی' جو ذہانت اور لیاقت میں اونچا درجہ رکھتے ہیں' ان

کو سوائے عربی کے کسی اور زبان سے واقفیت نہیں۔" (8)

جونہی عیسائیوں میں مشرقیت بڑھتی گئی' پادریوں کی تشویش میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور مسلمانوں کے خلاف انکے نفرت بھرے جذبات بڑھتے گئے۔ امیر عبدالرحمٰن کی رواداری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے شماتت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تحریک شروع کی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے لین پول لکھتا ہے:

"اندلس میں عیسائیوں کو اپنے مذہبی مراسم آزادی سے انجام دینے کی جو رعایتیں حاصل تھیں' ان کی طبائع کی کج روی سے اس کا عجیب برعکس قسم کا نتیجہ ظاہر ہوا۔ اندلس کے پادری' کلیساؤں کے پچھلے اقتدار کو بحال کرنے کے خواہاں تھے' لیکن اسلامی حکومت کی اس روادارانہ روش سے ان کو عیسائیوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کا موقع نہ مل سکتا تھا' اس لیے انہوں نے چند غالی مسیحوں میں یہ خیالات پیدا کیے کہ مذہب کی اصل روح تکلیفیں اٹھانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے حکمرانوں کو مشتعل کرکے انسانی جسم اور گوشت پوست کو تکلیفیں پہنچائی جائیں تاکہ روح کا تزکیہ و تقدیس ہوسکے۔ اس تحریک کا بانی قرطبہ کا ایک راہب یولوجیس تھا۔ وہ مجاہدے کی راہبانہ زندگی کی وجہ سے عیسائیوں میں عقیدت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس نے چند نوجوانوں میں فدائیت کا جذبہ پیدا کیا کہ اپنی روح کو پاک کرنے کیلئے اس نئے دین اسلام اور اس کے داعی (علیہ الصلوۃ والسلام) پر سب و شتم کریں۔ اسلامی قانون کی رو سے اسلامی حکومت میں شاتم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سزا قتل ہے۔ گویا یہ نوجوان حضرت مسیح (علیہ السلام) کی پیروی کریں گے اور اپنی جانوں کو قربان کرنے کے لیے صلیب پر چڑھ جائیں گے۔" (۹)

"امیر (عبدالرحمٰن) کے عہد دولت کے آخری ایام عیسائیوں پر (ان کی ناپاک جسارت کے سبب) سختی اور تشدد کی وجہ سے بہت برے گزرے۔ عیسائی مذہبی دیوانے' بے ہودہ شہرت اور مفروضہ قربانی کی خاطر مسجدوں کو ناپاک بنا دیتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی میں بے

ہودہ باتیں کہتے۔ سختی سے کام لیا گیا اور نرمی سے بھی لیکن یہ سلسلہ بند نہ ہوا۔ ان واقعات نے امیر کی صحت پر برا اثر ڈالا اور وہ 852ء میں دنیا سے رخصت ہوئے۔"(10)

"شاتمت رسول ﷺ کی یہ تحریک امیر عبدالرحمٰن الاوسط کے دور میں شروع ہوئی اور اس کے فرزند ارجمند امیر محمد بن عبدالرحمٰن کے عہد میں اپنے انجام کو پہنچی۔ دونوں باپ بیٹوں نے توہین رسول ﷺ کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے شرعی قانون کے مطابق سزائے موت کا فرمان جاری کیا تھا۔ یہ تحریک 234 ہجری (850ء) میں شروع ہوئی اور 246 ہجری (860ء) میں ختم ہوئی۔"(11)

اس دوران بہت سے شاتمان مصطفیٰ (ﷺ) کو واصل جہنم کیا گیا۔ سٹینلے لین پول کے بقول 851ء کے موسم گرما کے دو مہینے سے کم عرصے کے اندر گیارہ گستاخوں کو موت کی نیند سلا دیا گیا۔ ہیرلڈ لیور مور تعداد بتائے بغیر بہت سے عیسائیوں کے قتل کیے جانے کا ذکر کرتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں 53 افراد کے شاتمت رسول (ﷺ) کی پاداش میں قتل کی جانے کا تذکرہ ملتا ہے۔ این میری شمل بھی عیسائی گستاخوں کی دانستہ طور پر پیغمبر اسلام ﷺ کی بے ادبی کرنے کی سزا میں قتل ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

اب ان بدبختوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے جھوٹی شہرت کے لیے اپنی آخرت برباد کرلی۔

یولوجیئس:

اندلس میں چلائی جانے والی تحریک شاتمت رسول (ﷺ) کا بانی پادری یولوجیئس تھا۔ وہ قرطبی خاندان کا آدمی تھا۔ یہ خاندان جس قدر عیسائی مذہب سے شغف رکھتا تھا' اسی قدر اسلام سے عداوت رکھنے میں مشہور تھا۔ یولوجیئس کا دادا (اس کا نام بھی یولوجیئس ہی تھا) جس وقت مسجد کے مینار سے موذن کی آواز سنتا تھا' تو اپنے جسم پر نشان صلیب بناتا تھا اور داؤد نبی کا یہ زبور گانے لگتا تھا۔ "اے خدا! چپ نہ ہو۔ اے خدا! چین نہ لے' کیونکہ دیکھ تیرے دشمن اودھم مچاتے ہیں اور ان لوگوں نے جو تجھ سے کینہ رکھتے ہیں' سر اٹھایا ہے۔" یولوجیئس کی تعلیم شروع ہی سے اس غرض سے ہوئی تھی کہ پادری بنے۔

خانقاہ سنت زولوس کے پادریوں کی شاگردی میں اس نے رات دن اس قدر محنت کی کہ اپنے ہم مکتبوں ہی سے نہیں بلکہ استادوں سے بھی (مسلم دشمنی میں) بڑھ گیا۔ اس کے بعد وہ پوشیدہ طور پر قرطبہ کے مشہور و معروف مسیحی علماء بالخصوص رئیس راہبان اسپرا کے درس میں شریک ہونے لگا' جو انتہائی متعصب اور اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ اس نے یولو جیئس پر اپنا اثر دکھایا اور اسی رئیس راہبان نے اس کے دل میں اسلام کی طرف سے وہ عداوت پیدا کر دی جو بعد میں یولو جیئس کی طبیعت کا خاصا ہو گئی۔

یولو جیئس شروع میں سنت زولوس کے گرجا میں شماس کے عہدے پر مقرر ہوا' پھر وہاں کا پادری ہو گیا۔ عیسائی اس کی نیکیوں کی تعریف کرنے لگے۔ یہ بدبخت جہاں پیغمبر اسلام ﷺ سے عداوت رکھتا تھا' وہاں جب بھی کوئی مہوش اور پری جمال چہرہ دیکھتا' اس کی زلف پر پیچ کا اسیر ہو کر رہ جاتا۔ پروفیسر رائن ہارٹ ڈوزی نے کئی موقعوں پر اس حقیقت کی طرح اشارہ کیا ہے کہ یولو جیئس دل کے ہاتھوں مجبور تھا۔ لکھتا ہے "راہبات کی خانقاہوں کا جا کر معائنہ کرنے میں اس کو خاص لطف حاصل ہوتا تھا"۔ ایک اور مقام پر لکھتا ہے "باوجود اس سخت اور افسردہ زندگی کے' عشق مجازی کی ایک نازک شعاع نے اس کے دل کو روشن کر دیا۔"

قرطبہ کے اسی پادری نے 850ء میں سر عام پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کی گستاخی اور بے ادبی کرنے کی تحریک کا آغاز کیا۔ یہ امیر عبدالرحمٰن کا دور حکومت تھا۔ یولو جیئس نے لاطینی زبان میں کسی عیسائی کی لکھی ہوئی پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت کی کتاب کا مطالعہ کیا' جس میں معجزات مصطفیٰ ﷺ کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا تھا۔ اس سے اس کے دل میں حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے خلاف نفرت میں اور اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اتفاق سے اس کی ملاقات رسول اکرم ﷺ پر سب و شتم کرنے کی سزا میں کوڑے کھانے والی فلورا سے ہو گئی۔ پہلی ملاقات ہی میں اس نے یولو جیئس کو اپنے دام محبت میں اسیر کر لیا۔ ایک خط میں پہلی ملاقات اور کوڑوں کے زخموں کا ذکر کرتے ہوئے یولو جیئس اپنی محبوبہ فلورا کو لکھتا ہے۔

> "ایک زمانہ تھا کہ تم نے اپنی مجروح گردن' جس پر تازیانے کے نشان تھے' مجھے دکھانے کی عزت بخشی تھی۔ افسوس اس وقت وہ خوبصورت لمبے لمبے بال' جن میں حسین گردن چھپی رہتی تھی' موجود نہ

تھے۔۔۔ نرمی سے میں نے اپنا ہاتھ تمہارے زخموں پر رکھا۔ اے کاش مجھ کو یہ مسرت نصیب ہوتی کہ ایک بوسے سے ان زخموں کو اچھا کر دیتا۔ مگر ہمت نہ پڑی۔۔۔ جس وقت تم سے رخصت ہوا تو زمین پر میرے قدم اس طرح پڑتے تھے جیسے کوئی خواب میں چلتا ہوا اور میری آہوں کا یہ حال تھا کہ بند ہونا نہ جانتی تھیں۔"

یہ ہے اس رسوائے زمانہ شخص کا ذاتی کردار' جو خلاصہ موجودات اور دیباچہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی کے متعلق نازیبا باتیں گھڑتا اور عیسائیوں کو ان کی توہین و تضحیک پر اکساتا تھا۔ امیر عبدالرحمٰن نے تحریک شاتمت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سرگرم ارکان کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ ان میں یولوجیئس بھی تھا۔ جب فلورا کو بھی زنداں میں ڈالا گیا' تو یہاں بچھڑے دلوں کو ایک بار پھر وصل کی گھڑیاں میسر آئیں' جس کا یولوجیئس بے چینی سے منتظر تھا۔ یہاں اس نے اپنا رسالہ "یادگار شہداء" مکمل کیا اور 24 نومبر 851ء کو اپنی محبوبہ فلورا کے قتل پر ایک پردرد گیت لکھا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن کی وفات سے ایک سال قبل اسے رہا کیا گیا' لیکن یہ اپنی مجنونانہ حرکتوں سے باز نہ آیا اور عبدالرحمٰن کے فرزند کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچا۔ اس کے قتل کے بعد اس کی چلائی ہوئی تحریک خودبخود ختم ہوگئی۔ لیور مور نے لکھا ہے کہ یولوجیئس کا 859ء میں سر قلم کیا گیا۔(12)

کیمبرج میڈیول ہسٹری ج سوم ص416۔417 میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔ مطالعہ مزید کے لیے ول ڈیوراں "عہد مذہب" صفات 300۔301 رابن ہارٹ ڈوزی ہسپانوی اسلام صفحہ 268

فلورا:

فلورا قرطبہ کی ایک نوجوان اور حسین دوشیزہ تھی۔ اس نے تحریک شاتمت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور خود کو جہنم کا ایندھن بنا کر اپنی جوانی کی خواہشات کو دل میں بسائے یولوجیئس کی آنکھوں سے ہمیشہ کے لیے اوجھل ہوگئی۔ فلورا کا باپ مسلمان اور ماں عیسائی تھی۔ باپ کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا۔ ماں نے اسے عیسائیت کی تعلیم دی۔ بائبل کی اس عبارت سے کہ "وہ شخص جو لوگوں کے سامنے میرا انکار کرے گا' میں اس باپ کے سامنے' جو آسمان میں ' اس سے انکار کردوں گا" اس کے جذبات

برانگیختہ ہوئے۔ وہ بھائی کے گھر سے نکل بھاگی اور عیسائیوں میں جاکر پناہ گزین ہوگئی۔ جب اس کے فرار ہونے کی ذمہ داری عیسائی پادریوں کے سر ڈالی گئی تو وہ گھر واپس آئی اور دین مسیحی قبول کرنے کا اعلان کیا۔ بھائی نے اس کو سمجھایا مگر وہ عیسائیت پر قائم رہی۔ اس کا معاملہ شرعی عدالت میں لایا گیا۔ اس کے بھائی نے قاضی سے کہا "یہ میری بہن ہے۔ ہمیشہ اسلام کی عزت کرتی تھی اور میرے ساتھ نماز روزہ کرتی تھی مگر عیسائیوں نے اسے گمراہ کر دیا۔ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کے دل میں نفرت پیدا کی اور اس بات کا یقین دلایا کہ عیسیٰ خدا ہے۔" قاضی نے فلورا سے پوچھا "تمہارا بھائی جو کچھ کہتا ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟ فلورا نے جواب دیا: قاضی! کیا تو اس بے دین کو میرا بھائی کہتا ہے؟ یہ میرا بھائی نہیں ہے' میں اس کو اب اپنا بھائی نہیں سمجھتی۔ جو کچھ وہ کہتا ہے' سب جھوٹ ہے۔ میں کبھی مسلمان نہ تھی۔ میں نے بچپن سے ہمیشہ مسیح پر ایمان رکھا اور مسیح ہی میرا خدا ہے۔"

قاضی نے فلورا کی کم سنی کے باعث اس کے قتل کا حکم جاری کرنے کے بجائے اس کی گردن پر کوڑے لگوائے اور اسے بھائی کے حوالے کرکے کہا "اس کو دین برحق کی تعلیم دو۔ اگر پھر بھی وہ اس حالت کو نہ بدلے تو اسے میرے پاس لاؤ۔" اسے گھر میں نظر بند کر دیا گیا۔ چند دن بعد وہ چھت پر چڑھ کر وہاں سے گلی میں کود گئی اور ایک عیسائی کے گھر میں روپوش ہوگئی۔ یہیں اس کی ملاقات یولوجیئس پادری سے ہوگئی' جو اس کے عشق میں گرفتار ہوا۔ کافی عرصہ کے بعد ایک دن کلیسا گئی اور وہاں میری نامی عیسائی لڑکی سے ملی۔ وہ بھی اس کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا الفاظ کہتی تھی' چنانچہ دونوں قاضی کے پاس آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات پے درپے کہے۔ قاضی نے ان کو باز رہنے کی تلقین کی۔ پھر گرفتار کرکے قید خانہ میں بھیج دیا جہاں یولوجیئس پہلے ہی قید تھا۔ یہ دونوں لڑکیاں گستاخی کا ارتکاب کرتی رہیں' چنانچہ 24 نومبر 851ء کو انہیں قتل کر دیا گیا۔ لین پول اس کے قتل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ فلورا اگر کسی جائز مقصد پر اپنی جان قربان کرتی تو اس سے زیادہ ناموری کی مستحق ہوتی۔(13)

اسحاق راہب:

اسحاق قرطبہ کے عیسائی ماں باپ کا بیٹا تھا۔ عربی زبان خوب جانتا تھا۔ ابھی نو عمر ہی

تھا کہ امیر عبدالرحمٰن کے دربار میں اس کو کاتب کی جگہ مل گئی۔ لیکن 24 برس کی عمر میں دنیا سے کنارہ کش ہو کر جبانوس کی مسیحی خانقاہ میں گوشہ نشین ہوگیا' جہاں متعصب پادریوں کی تصانیف کا مطالعہ کرنے کی وجہ سے اس کے دل میں جوش پیدا ہوا کہ وہ اپنی جان دے کر بزرگی حاصل کرے۔ ایک دن وہ خانقاہ سے نکل کر قرطبہ پہنچا اور قاضی کے سامنے آکر کہا "میں آپ کا دین قبول کرنا چاہتا ہوں۔ مہربانی کرکے آپ مجھے اس کی ہدایات کریں۔" قاضی اس سے خوش ہوکر اسے دین اسلام کے متعلق بتانے لگا تو اس نے برملا حضور نبی کریم ﷺ پر سب وشتم کیا۔ جب قاضی نے سمجھایا تو اس کو بھی برا بھلا کہا۔ قاضی نے اسے جیل بھیج دیا۔ امیر عبدالرحمان نے اس گستاخ رسول (ﷺ) کی بابت حکم جاری کیا کہ اسے پھانسی دی جائے۔ چنانچہ جون 851ء میں ان احکام کی تعمیل ہوئی۔(14)

سانکو:

اسحاق کے قتل کے دو دن بعد ایک افرانجی عیسائی نے' جس کا نام سانکو تھا اور امیر عبدالرحمٰن کی محافظ فوج کا ایک سپاہی اور پادری یولوجیئس کا شاگرد تھا' پیغمبر اسلام (ﷺ) کو گالیاں دیں اور قتل ہو کو واصل جنہم ہوا۔ رائن ہارٹ ڈوزی کے علاوہ لین پول کی کتاب کے ترجمے میں اس کا نام سانچو لکھا ہے۔ شاید اصل نام سینکو تھا۔(15)

جرمیاس اور چھ راہب:

سانچو کے قتل کے بعد اتوار کے دن (7 جون 851ء) چھ راہب جن میں ایک اسحاق کا چچا جرمیاس اور دوسرا ایک راہب جانبتوس تھا' جو اپنے حجرے میں ہمیشہ تنہا پڑا رہتا تھا۔۔ قاضی کے سامنے آئے اور کہا "ہم بھی اپنے دینی بھائیوں سانکو اور اسحاق کے الفاظ کا اعادہ کرتے ہیں اور پھر پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام) پر سب وشتم کرنے لگے۔ یہ چھ کے چھ قتل کر دیئے گئے لین پول نے بھی ان کے نام بتائے بغیر ان کے توہین رسول (ﷺ) کے ارتکاب کرنے اور قتل کردیئے جانے کا ذکر کیا ہے۔(16)

سیسی نند:

سنت ایکس کلوس کے گرجا کا ایک پادری' جس کا نام سیسی نند تھا' نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی گستاخی کا مرتکب ہو کر واصل جنہم ہوا۔(10)

پولوس:

پولوس سنت ایکس کلوس کے گرجا میں شماس تھا۔ سیسی نند نے قتل ہوتے وقت اسے اس ذلت کی موت مرنے کی وصیت کی تھی۔ چنانچہ یہ لعین بھی سیسی نند کے قتل کے چار دن بعد جولائی کو حضور سید عالم ﷺ کے خلاف نازیبا کلمات کہنے کے باعث قتل کر دیا گیا۔(17)

تھیودو میر:

تھیودو میر شہر قرمونہ کا ایک جوان راہب تھا۔ توہین رسول (ﷺ) کا مرتکب ہو کر مسلم حکومت کے حکم سے قتل ہوا۔(18)

آئیزک:

آئیزک عیسائی نے بھی قاضی کی عدالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ جیسے ہی اس کو مسلمان کرنے کے لیے دینی عقائد اس کے سامنے بیان کئے گئے اس نے بھی سب و شتم شروع کر دیا۔ قاضی کے لیے برداشت کرنا دشوار ہوگیا۔ اس نے اس ذلیل کو ایک طمانچہ رسید کر کے کہا کہ جانتا ہے کہ اسلام میں اس کی سزا قتل ہے۔ اس نے کہا کہ وہ جان بوجھ کر یہاں آیا ہے۔ اس لیے کہ خدا فرماتا ہے کہ مبارک ہیں وہ لوگ جو دین داری کے لیے ستائے گئے۔ آسمان کی بادشاہت انھی کے لیے ہے۔ اس شاتم رسول (ﷺ) کو بھی قتل کر دیا گیا۔ شاید آئیزک' جرمیاس اور جانبتوس کا ساتھی تھا۔ کیونکہ پروفیسر رائن ہارٹ ڈوزی نے میری کے ذکر میں آئیزک کو مذکورہ بالا چھ راہبوں میں شمار کیا (رابن ہارٹ ڈوزی ہسپانوی اسلام۔)

میری:

میری آئیزک کی بہن تھی جو قرطبہ کی ایک مسیحی خانقاہ کی راہبہ تھی۔ اتفاقاً اس کی ملاقات فلورا سے ہوگئی۔ دونوں نے قاضی کے سامنے پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں بے ادبی کی۔ میری نے قاضی سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں ان چھ "شہیدوں" میں سے ایک کی بہن ہوں جو تیرے پیغمبر (ﷺ) کو دشنام دے کر قتل ہوا ہے۔ پھر اس نے بھی دشنام طرازی کی۔ چنانچہ اسے بھی فلورا کے ساتھ 24 نومبر 851ء کو قتل کر دیا گیا۔

یہ ان بدنصیب مردوں اور خواتین کا ذکر تھا جنہوں نے حضرت محمد ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا ارتکاب کیا اور ان کو امیر عبدالرحمٰن اور اس کے بیٹے محمد بن عبدالرحمٰن کے عہد میں قتل کیا گیا۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ مسلم مؤرخین نے اول تو ان کا ذکر کرنا ہی مناسب نہیں سمجھا اور اگر ان کے متعلق کچھ لکھا بھی ہے تو انتہائی مختصر لکھا ہے۔ تاہم مسیحی مؤرخین نے خوب بڑھا چڑھا کر اور مبالغہ آمیزی کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

تحریک شاتمت رسول ﷺ کا اختتام:

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اس تحریک کو خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی اور زیادہ تر پادری ہی لقمہ اجل بنے۔ کیونکہ عیسائی شرفاء امیر عبدالرحمٰن کے اس قدر گرویدہ اور جانثار تھے کہ انہوں نے اپنی متحدہ کوشش سے عوام الناس کو پادریوں کے زہریلے اثر سے محفوظ رکھا۔ سب ان خود غرض پادریوں کو یہ جواب دیتے تھے کہ عربوں کی حکومت سے ہم کو کیا نقصان پہنچا ہے جو ہم بلاوجہ تمہارا ساتھ دیں اور اپنی جانوں اور آزادی کو کھو دیں۔ ہم ہر طرح آزاد اور ہماری جان اور مال ہر طرح محفوظ ہے۔ عرب ہمارے مذہب میں بالکل دخل نہیں دیتے۔ ہم بالکل مطلق العنان اور خوش حال ہیں۔ ان فوائد کے عوض محض حکومت کی تمنا میں (جیسا کہ پادری چاہتے تھے) اپنی جان اور مال تلف کر دینا عقل و دانش سے بالکل بعید ہے۔ لین پول لکھتا ہے۔ "ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مسیحی "شہداء" راہ راست سے بھٹکے ہوئے تھے۔ بے شک انہوں نے اپنی عزیز جانوں کو مفت ضائع کیا اور انہوں نے جو کچھ کیا' فی الجملہ برا کیا۔"

امیر عبدالرحمٰن نے اس تحریک کو ختم کرنے کے لیے ایک کلیسائی کونسل بٹھانے کا فیصلہ کیا جو عیسائیوں کو پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کی بے ادبی سے روکے۔ چنانچہ تمام اسافقہ کو ایک مجلس میں جمع کیا گیا اور بادشاہ کی طرف سے ایک عیسائی سرکاری عہدے دار نے اس مجلس میں شرکت کی۔ جس کا نام قومس بن انطونیان تھا۔ لین پول اس کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہے "تمام مجتہدین کی ایک کونسل جس کا صدر نشین اشبیلیہ کا مجتہد اعظم تھا' منعقد ہوئی اور اس میں یہ فیصلہ ہوا کہ اس وقت تک جس قدر لوگ "شہید" ہو چکے ہیں چونکہ تمام کلیساؤں نے بالاتفاق ان کو "شاہ ولایت" تسلیم کیا ہے لہٰذا وہ ہر قسم

کے جرم و سزا سے بری کیے جائیں مگر آئندہ جو شخص ان کا اتباع کرے گا' وہ مجرم اور خارج از مذہب سمجھا جائے گا۔

لیکن مفسد و مجنون طبیعتوں نے اساقفہ کے اس حکم سے سرتابی کی اور پادری جن کا سرغنہ یولو جیئس تھا' اپنی روش سے نہ ہٹے۔ امیر عبدالرحمٰن کی وفات کے بعد محمد بن عبدالرحمٰن کے عہد میں پادری یولو جیئس کے قتل کے ساتھ یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے دفن ہو گیا۔(20)

ریجی نالڈ اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ:

شیطان صفت پرنس ارطاۃ "والی کرک" ریجی نالڈ نے جزیرہ نمائے عرب پر لشکر کشی کا قصد کیا تاکہ مدینہ منورہ میں آنحضرت ﷺ کے مزار مقدس کو منہدم اور مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ کو مسمار کر دے۔ جب وہ سمندری راستے سے حملہ آور ہوا تو مسلمان مقابلے کے لیے مدینہ پاک سے روانہ ہوئے۔ اس کی فوج اسلامی لشکر کو دیکھ کر گھبرا گئی۔ وہ اپنے جہازوں کو چھوڑ کر پہاڑوں کی جانب بھاگی۔ مسلم سپاہ نے انہیں پہاڑوں اور باغ سے پکڑ کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ ریجی نالڈ جیسا شاتم رسول(ﷺ) خود بھاگ کر جان بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن ابلیس کا یہ فرزند اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا اور مسلمانوں کو دکھ پہنچانا اور حضور ﷺ کی توہین کا ارتکاب کرنا اس کی فطرت کا جزو لاینفک بن گیا۔ لین پول کا بیان ہے کہ ریجی نالڈ نے 1179ء میں مسلمانوں کا ایک کارواں لوٹ لیا اور اس کے تمام آدمی گرفتار کر لیے۔ شاہ یروشلم نے اس پر اعتراض کیا اور کارواں کے لوگوں کی رہائی اور لوٹے ہوئے مال کی واپسی کے لیے سفیر بھیجے۔ ریجی نالڈ نے ان کا مذاق اڑایا۔ 1183ء میں پھر یہی حرکت کی۔ 1186ء میں مسلمان تاجروں کے ایک قافلے کو لوٹ کر اہل قافلہ کو گرفتار کیا۔ جب ان لوگوں نے اس سے رہائی کے لیے کہا تو اس نے یہ طعن آمیز جواب دیا "تم محمد (ﷺ) پر ایمان رکھتے ہو۔ اس سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ آکر تم کو چھڑا لے۔" جس وقت سلطان صلاح الدین ایوبی کو ریجی نالڈ کی اس گستاخانہ گفتگو کی خبر ملی تو اس نے قسم کھا کر کہا۔ اس صلح شکن کافر کو خدا نے چاہا تو میں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔

صلیبی لڑائیوں کے سلسلے میں ایک موقع پر فرنگیوں کو شکست ہو گئی۔ فرنگی شہنشاہ

اور شہزادے قید ہو کر سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے سامنے لائے گئے۔ ان میں ریجی نالڈ بھی تھا۔ سلطان کو دیکھ کر اسے اپنی بد اعمالیاں یاد آگئیں اور ساتھ ہی سلطان کی قسم بھی یاد آگئی۔ جس نے ریجی نالڈ کا خون خشک کر دیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے اس کو تمام بداعمالیاں گنائیں اور یہ بھی کہا کہ اس وقت میں محمد ﷺ سے مدد چاہتا ہوں اور یہ کہہ کر اپنے ہاتھوں سے اس موذی کا سر قلم کر دیا۔ اس کے بعد کہا کہ ہم مسلمانوں کا یہ دستور نہیں ہے کہ لوگوں کو خواہ مخواہ قتل کرتے رہیں۔ ریجی نالڈ تو صرف حد سے بڑھی ہوئی بد اعمالیوں اور حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ گستاخی کی پاداش میں قتل کیا گیا ہے۔

اسی سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے قبلہ اول بیت المقدس کو عیسائیوں کے قبضے سے آزاد کرایا تھا۔ وہ اسلام کا عظیم سپوت تھا اور اس کا دل عشق مصطفٰی علیہ التحیۃ و السلام کی دولت سے مالا مال تھا۔ اس نے اس عیسائی حکمران کو' جس نے اہانت رسول (ﷺ) کا ارتکاب کیا تھا' اپنے ہاتھوں سے جہنم رسید کیا۔(21)

سلطان نورالدین زنگیؒ اور دو بدبخت نصرانی:

سلطان نور الدین زنگیؒ کے زمانے میں روضہ پاک میں نقب زنی کی ناپاک جسارت کی گئی مگر اللہ تعالیٰ جل مجدہ' نے شرپسندوں کا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔ سلطان کو خواب میں حضور سرور کونین ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ ﷺ نے دو نیلی آنکھوں والے آدمیوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ان سے میری حفاظت کرو۔ سلطان کو سخت تشویش ہوئی' اٹھ کر وضو کیا۔ نفل ادا کیے مگر جونہی لیٹے پھر وہی خواب دیکھا۔ غرضیکہ تین دفعہ ایسا ہوا تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنے وزیر جمال الدین کے مشورے پر فوراً مدینہ کی تیاری شروع کر دی۔ سولہویں دن مدینہ طیبہ پہنچا۔ ریاض الجنتہ میں تحیتہ المسجد ادا کرنے کے بعد سوچنے لگا کہ حصول مقصد کے لیے کیا تدبیر اختیار کرنی چاہیے۔ آخر وزیر نے اعلان کیا کہ بادشاہ مدینہ منورہ میں تشریف لائے ہیں۔ وہ اہل مدینہ کو انعامات سے نوازیں گے۔ ہر شخص حاضر ہو کر اپنا حصہ لے لے۔ ایک ایک آدمی آتا گیا' بادشاہ انعامات تقسیم کرتا رہا۔ وہ ہر شخص کو بغور دیکھتا اور خواب میں نظر آنے والی شکلوں کو تلاش کرتا رہا۔ حتیٰ کہ مدینہ کے تمام لوگ گزر گئے مگر مجرمین کا کھوج نہ لگایا جا سکا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ کوئی رہ گیا ہو تو حاضر کیا جائے۔ بڑی سوچ بچار کے بعد شاہ کو بتایا گیا کہ

صرف دو فرنگی باشندے ہیں' جو نہایت متقی ہیں اور انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کر رکھی ہے۔ ہر وقت عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے ہیں۔ بادشاہ نے انہیں بھی طلب کر لیا اور انہیں ایک نظر دیکھتے ہی پہچان لیا۔ پوچھا "کون ہو؟ اور یہاں کیوں پڑے ہوئے ہو؟" انہوں نے بتایا کہ ہم مغرب کے رہنے والے ہیں۔ حج کے لیے آئے تھے۔ روضہ انور کی زیارت کے لیے مدینہ آئے تو حضور ﷺ کے پڑوس میں رہنے کے شوق میں یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ بادشاہ ان دونوں کو وہیں چھوڑ کر ان کی رہائش گاہ پر پہنچا جو ایک قریبی سرائے میں تھی۔ مگر وہاں کوئی مشکوک چیز نظر نہ آئی جس کی وجہ سے بادشاہ اور پریشان ہو گیا۔

مدینہ پاک کے لوگوں نے ان کی صفائی میں بہت کچھ کہا کہ یہ تو نہایت پرہیزگار ہیں۔ ریاض الجنتہ میں نماز پڑھتے ہیں۔ روزانہ جنت البقیع کی زیارت کرتے ہیں اور ہر شنبہ کو قبا میں نفل ادا کرتے ہیں۔ یہ قائم اللیل اور صائم النہار ہیں۔ اس سے بادشاہ کی تشویش میں اور اضافہ ہو گیا۔ دفعتاً بادشاہ کے دل میں کچھ خیال آیا اور اس نے ان آدمیوں کے مصلیٰ کو الٹ دیا۔ بوریا کا مصلیٰ ایک پتھر کے اوپر تھا۔ پتھر اٹھایا گیا تو نیچے سرنگ نمودار ہوئی جو دور تک روضہ انور کے قریب پہنچ چکی تھی۔

بادشاہ نے اس کمینہ حرکت کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ نصرانی ہیں اور عیسائی بادشاہوں نے انہیں بیش بہا دولت دے کر اس کام پر مامور کیا ہے کہ کسی طرح وہ حضور نبی کریم ﷺ کے حجرہ مقدسہ میں داخل ہو کر آپ کا جسم عنبریں یہاں سے نکل کر لے جائیں۔ ان کا طریقہ واردات یہ تھا کہ رات بھر سرنگ کی کھدائی کرتے اور مشکوں میں مٹی بھر کر بقیع کے مضافات میں ڈال آتے۔

سلطان نور الدین زنگی یہ باتیں سن کر آتش غضب سے بھڑک اٹھا۔ ساتھ ہی رقت بھی طاری ہوئی کہ اسے اس کام پر مامور کیا گیا ہے۔ چنانچہ ان دو عیسائیوں کو صبح کے وقت قتل کرا دیا اور شام کے وقت ان کی ناپاک نعشوں کو نذر آتش کر کے خاکستر کر دیا گیا۔

اس کے بعد اس بیدار بخت بادشاہ نے حجرہ پاک کے چاروں طرف اتنی گہری بنیادوں کو سطح زمین تک بھر دیا تاکہ آئندہ کسی ملعون کو نبی پاک ﷺ کی لحد مبارک کے قصد کا موقع نہ مل سکے۔(22)

بلاد مشرق میں قانون توہین رسالت

جزیرۃ العرب میں قرن نبوت اور دور خلافت کے بعد بھی تنقیص رسالت کی سزا' سزائے موت برقرار رہی ہے۔ جس کی تصدیق صاحب "المصنف" کے اس بیان کردہ واقعہ سے ہوتی ہے۔ جس میں ایوب بن یحیٰ نے عدن میں ایک نصرانی کو بطور حد یہی سزا دی۔ جس کی توثیق اس وقت کے حکمران عبدالملک نے کر دی تھی۔

اسی طرح بلاد شام میں بھی یہی قانون نافذ رہا ہے۔ جس کے تحت ایک نصرانی کو امام ابن تیمیہ ؒ اور شیخ الحدیث علامہ زین العابدین کے استغاثہ پر ماخوذ کیا گیا تھا۔ مصر میں بھی اسی قانون کے مطابق فیصلے ہوتے رہے ہیں کیونکہ وہاں تمام مکاتب فقہ جن کی اپنی اپنی علیحدہ عدالتیں قائم تھیں اسی سزا پر متفق تھے۔

اسپین میں جب تک مسلمانوں کی حکومت قائم رہی ہے وہاں کی تمام عدالتوں میں اسی قانون حد پر عمل درآمد ہوتا رہا ہے جس کا ذکر قرطبہ کے چیف جسٹس ابو الفضل قاضی عیاض ؒ نے اپنی کتاب "الشفا" میں کیا ہے۔ اسی کتاب میں ابن حاتم کے مقدمہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ جس کو گستاخی رسالت مآب ﷺ کے جرم پر علمائے اندلس کے متفقہ فیصلہ کی بناء پر واجب القتل قرار دیا گیا تھا۔(23)

ترکیہ اور سمرقند اور بخارا میں اسی قانون اسلامی کا ذکر ہمیں علامہ آلوسی اور علامہ ابواللیث سمرقندی کے ذریعہ پہنچا ہے۔ افغانستان میں اسی قانون کے تحت قادیانی مرتد کو سنگسار کیا گیا تھا جس کا تفصیلی ذکر شہیدان ناموس رسالت میں کیا گیا ہے۔

ایران میں آج بھی یہی قانون سزائے موت برطانیہ اور دوسرے یورپی ملکوں سے سفارتی تعلقات کی پروا کئے بغیر نافذ ہے اور اسی کے تحت گستاخ رسول سلمان رشدی کو واجب القتل قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے وہ بدبخت یورپ اور امریکہ کے حفاظتی خول کے اندر زندہ درگور ہے۔

ہندوستان میں جب تک مسلمانوں کی حکومت قائم رہی ہے اسی قانون حد کے تحت مجرموں کو سزا دی جاتی رہی ہے۔

ان میں سے مغل دور حکومت کے دو اہم مقدمات کا ہم یہاں ذکر کریں گے ایک مقدمہ تو اکبر کے دور سے متعلق ہے جبکہ جاہل' ان پڑھ بادشاہ کو اس کے خوشامدی اور

چاپلوس درباریوں نے جن میں فیضی اور ابو الفضل پیش پیش تھے اسلام سے بیگانہ کر دیا تھا اور اکبر مکمل طور پر ہندو مہارانیوں کے زیر اثر تھا۔ تمام کاروبار حکومت دین الٰہی کے نام سے سیکولر خطوط پر چل رہے تھے۔ اس تاریخی مقدمہ کا ذکر تفصیلی طور پر اکبر ہی کے نورتن ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی منتخب التواریخ میں کیا ہے جو درج ذیل ہے:

"عبدالرحیم قاضی متھرا نے شیخ (شیخ عبدالنبی قاضی القضاۃ) کے پاس ایک استغاثہ بھیجا' جس میں بیان کیا گیا کہ وہاں مسلمان ایک مسجد کی تعمیر کا ارادہ کئے ہوئے تھے لیکن ایک سرکش مالدار برہمن نے سارا عمارتی سازو سامان اٹھوا لیا اور اس سے صنم کدے کی تعمیر شروع کرا دی۔ میں نے جب اس کے خلاف تادیبی کارروائی کا ارادہ کیا تو اس نے گواہوں کی موجودگی میں حضور اکرم ﷺ کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور مسلمانوں کی اس نے سخت توہین کی۔ شیخ موصوف نے اس کو طلب کیا لیکن اس نے پیش ہونے سے انکار کر دیا جس پر بادشاہ نے بیربل اور شیخ ابو الفضل کو بھجوایا اور وہ اسے لے آئے۔ شیخ ابو الفضل نے جو کچھ گواہوں سے سنا تھا بیان کیا اور کہا کہ اس بات کی تحقیق ہو گئی ہے کہ اس نے گالیاں دی تھیں۔ اس کی سزا کے معاملہ میں علماء کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک نے اسے واجب القتل قرار دے کر سزائے موت کا مطالبہ کیا اور دوسرا اس کے خلاف تعزیر اور جرمانہ پر زور دے رہا تھا۔ اس معاملہ میں بحث طول پکڑ گئی شیخ نے بادشاہ سے اس کے قتل پر اصرار کیا۔ بادشاہ نے صراحتاً اس کی اجازت نہ دی اور گول مول کہہ دیا کہ شرعی سزا کا تعلق تم سے ہے۔ ہم سے کیا پوچھتے ہو؟ وہ برہمن اس جھگڑے میں مدتوں قید میں پڑا رہا۔ شاہی محل کی بیگمات اس کی رہائی کے لیے سفارشیں کرتی رہیں لیکن بادشاہ شیخ کا بہت لحاظ کرتا تھا اس لیے اس نے رہائی کا حکم بھی نہیں دیا۔ شیخ نے جب اس کے قتل کے لیے زیادہ اصرار کیا تو بادشاہ نے وہی جواب دیا ہم تو تم سے پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ تم جو مناسب جانو کرو (کیونکہ اس معاملہ کا تعلق شرع سے ہے) جس کے بعد شیخ نے فوراً ہی اس برہمن کے قتل کا حکم دے دیا چنانچہ

اس کی تعمیل میں اس کی گردن ماری گئی۔

ملا عبدالقادر بدایونی جو اس مقدمہ کی ساری روداد سے واقف تھے اس سلسلہ میں آگے بیان کرتے ہیں:

"اچانک دور سے بادشاہ کی نظر مجھ پر پڑی تو میری طرف متوجہ ہوا اور نام لے کر آگے بلایا اور کہا "آگے آؤ" میں جب سامنے پہنچا تو پوچھا: کیا تم نے بھی یہ مسئلہ سنا ہے کہ اگر ایک شخص کے قتل پر ننانوے روایتیں ہوں اور رہائی کے لیے صرف ایک روایت ملتی ہو تو مفتی کو چاہیے کہ وہ اس ایک روایت کو ترجیح دے" میں نے کہا: "جی ہاں ایسا ہی ہے جیسا کہ حضور فرماتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ "ان الحدود والعقوبات تدرو بالشبہات" میں نے اس کا مطلب فارسی میں سمجھایا کہ شبہات سے سزاؤں میں کمی ہو جاتی ہے۔ نہایت افسوس کے ساتھ پوچھا "کیا شیخ اس مسئلہ سے واقف نہ تھا۔" (24)

ہندو رانیوں اور خوشامدی درباریوں کے اکسانے کے باوجود اکبر کو بھی یہ جرات نہ ہوئی کہ وہ شیخ سے اس بارے میں باز پرس کرسکے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ علماء کی اکثریت شیخ موصوف کی تائید میں ہے۔

دوسرا اہم مقدمہ مغل حکمرانوں کے آخری دور حکومت اور اسی لاہور سے متعلق ہے جس کا ذکر ایک ہندو مورخ ڈاکٹر بی۔ایس نجار (Dr.B.S Nijjar) نے اپنی کتاب "پنجاب آخری مغل دور حکومت میں" (Punjab under the later Mughals) جب کہ زکریا خان 1707ء۔1759ء گورنر پنجاب تھا اس طرح کیا ہے:

"حقیقت رائے باگھ مل پوری' سیالکوٹ کے کھتری کا پندرہ سالہ لڑکا تھا' جس کی شادی بٹالہ کے کشن سنگھ بھٹہ نامی سکھ کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی۔ حقیقت رائے کو مسلمانوں کے اسکول میں داخل کیا گیا تھا۔ جہاں ایک مسلمان ٹیچر نے ہندو دیوتاؤں کے بارے کچھ توہین آمیز باتیں کہیں۔

"حقیقت رائے نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور اس نے بھی انتقاماً پیغمبر اسلام (ﷺ) اور بی بی فاطمہ ؓ کی شان میں نازیبا الفاظ

استعمال کئے۔ اس جرم پر حقیقت رائے کو گرفتار کر کے لاہور عدالتی کارروائی کے لیے بھیجا گیا۔ اس واقعہ سے پنجاب کی ساری غیر مسلم آبادی کو شدید دھچکا لگا۔ کچھ ہندو افسر زکریا خاں (جو اس وقت گورنر لاہور تھا) کے پاس پہنچے کہ حقیقت رائے کو معاف کر دیا جائے۔ لیکن زکریا خاں نے کوئی سفارش نہ سنی اور سزائے موت کے حکم پر نظر ثانی سے انکار کر دیا جس کے اجراء میں پہلے مجرم کو ایک ستون سے باندھ کر اسے کوڑوں کی سزا دی گئی اس کے بعد اس کی گردن اڑا دی گئی یہ سال 1734ء سن عیسوی کا واقعہ ہے جس پر پنجاب کی تمام غیر مسلم آبادی نوحہ کناں رہی۔ لیکن خالصہ کمیونٹی نے آخر کار اس کا انتقام مسلمانوں سے لے لیا اور سکھوں نے ان تمام لوگوں کو جو اس واقعہ سے متعلق تھے انتہائی بے دردی سے قتل کر دیا۔" اسی کتاب کے صفحہ 279 پر لکھا ہے کہ پنجاب میں بسنت کا میلہ اسی حقیقت رائے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔" (25) (یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ واقعہ ایک متعصب ہندو مورخ لکھ رہا ہے جس کا مقصد سکھوں اور ہندوؤں کے ذہن کو مسلمانوں کے خلاف زہر آلود کرنا ہے۔ حالانکہ اسلام نے مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ وہ کسی مذہب کے رہنماؤں کو برا بھلا نہ کہیں تاکہ انتقاماً خدا یا رسول اکرم (ﷺ) کی شان میں گستاخی کا امکان ہی پیدا نہ ہو۔ مسلمان تو حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ جو یہودیوں اور عیسائیوں کے پیغمبر ہیں اور ان کے دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے پیروان مذہب سے بڑھ کر احترام کرتے ہیں اور انہوں نے رام چندر جی یا ان کے اوتار کرشن کی تاریخی عظمت سے کبھی انکار نہیں کیا اور نہ ہندوؤں کو ان کی رسوم و عبادات سے روکا جبکہ ان کے مذہب میں بتوں کی پرستش سب سے بڑا گناہ ہے علاوہ ازیں وہ گرو نانک کو توحید کے مبلغین میں سمجھتے ہیں اس لیے مسلمان استاد پر یہ الزام کہ اس نے ہندو اوتاروں کی توہین کی قرین قیاس نہیں بلکہ خلاف حقیقت معلوم ہوتا ہے۔

جہاں تک پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت فاطمہ الزہرہؓ

کی توہین اور اہانت کی سزا کا تعلق ہے وہ اسلامی قانون کے مطابق کسی دباؤ میں آئے بغیر اس وقت کے مسلمان گورنر پنجاب نے درست طور پر دی تھی۔ مگر اس واقعہ کا پس منظر مصنف کے متعصب ذہن کی اختراع ہے اور یہ تعصب ساری کتاب میں جابجا نظر آتا ہے۔ مصنف تقسیم ہند کو وحشیانہ اور تاریخ کا ناقابل معافی جرم قرار دینے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے واقعہ کو کس طرح اور کیوں مسخ کر کے پیش کیا ہے۔